OPEN ACCESS
Al-SHARQ
ISSN (Print): 2710-2475
ISSN (online): 2710-3692
www.alsharqir.com

Al-SHARQ
Vol.: 02, Issue: 01, Jan-June 2021, PP: 53 - 73

علم متشابہ لفظی فی القرآن: تاریخ، ارتقاء اور ابتدائی کتب کے مناہج

'Ilm Mutashābeh Lafḍī fil Qur'ān: History, Evolution and Methodology of Primary Books

Mazhar Ali Shah
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra

Muḥammad Zahid
Ph.D Scholar, Department of Islamic & Religious Studies,
Hazara University, Mansehra

Abstract

"Allah has sent down the best statement, a Book (this Quran), its parts resembling each other in goodness and truth, oft-repeated. The skins of those who fear their Lord shiver from it (when they recite it or hear it). Then their skin and their heart soften to the remembrance of Allah. That is the guidance of Allah. He Guides therewith whom He pleases and whomever Allah sends astray, for him there is no guide." [Quran 39:23] The Holy Quran contains over six thousand Aayat, (which are loosely translated as 'verses'). Many of these Aayaat, resemble each other in a variety of ways and are known as the Mutashabihat. Due to the nature of the Mutashabihat, they are quite challenging, sometimes difficult, to memorize. In fact, the impact which they have on one's memorization of the Quran, is often so great, that memorizing them correctly without any confusion - increases the quality and ease of one's memorization as a whole. This section of the website aims to aid you in memorizing the Quran, by helping you to identify these special Aayat - making it easy for you to retain and reflect over the miraculous Words of Allah. This section is divided into 120 parts with each part being a quarter of a Juz of the Holy Quran.

Keywords: similar, evolution, primary, mutashābihāt

مقدمہ:

قرآن کریم کے علوم کا کام نزول قرآن سے شروع ہو چکا تھا قرآن کریم کی جمع وترتیب زمانہ نبوت میں پائے تکمیل تک پہنچ چکی تھی دیگر علوم قرآن زمانہ کے ساتھ ساتھ معرض وجود میں آتے رہے مثلا اسباب نزول قرآن، ناسخ منسوخ، محکم ومتشابہ، قرآن کریم کی آیات کی تفسیر اور اس کے علاوہ دیگر علوم جو قرآن کریم سے متعلق ہیں یا جڑے ہوئے ہیں ہر زمانے میں ان علوم پر کام ہوتا رہا ہے اور ہوتا رہے گا۔

انہی عمدہ علوم قرآن میں ایک علم متشابہ لفظی ہے جس کی ابتداء قرآن کریم کے آئمہ قرآء نے کی انہوں نے اپنے شاگردوں کے لئے قرآن کریم کے حفظ کے پیش نظر ایک جیسی اور باہم ملتی جلتی آیات کو اکٹھا کیا اور بعد میں آنے والے علمائے کرام اور حاملین قرآن کے لیے ایک نے علم کی راہ ہموار کی یہ وہ لوگ تھے جن کا اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، یہاں تک کہ پوری زندگی قرآن کریم کی خدمت کے لیے ہی وقف تھی ان حضرات نے قرآن کریم کی آیات، کلمات، حروف کو گنا، آیتوں کے درمیان فرق کو بیان کیا اور آیات متشابہات لفظا کا علم دریافت کیا، یہ علم اسلوب قرآن سے متعلق ہے کہ جہاں بعض آیات میں تکرار پایا جاتا ہے اور بسا اوقات ایک جیسے کلمات ہوتے ہیں اور کبھی یہ کلمات مختلف بھی ہوتے ہیں اور اسی طرح ایک جیسے حروف مختلف آیات میں موجود ہوتے ہیں۔ ایک ہی آیت جو ایک ہی موضوع سے متعلق ہوتی ہے بہت سارے مقامات پر بیان کی گئی ہوتی ہے لیکن اس میں تقدیم وتاخیر، تعریف و تنکیر، واحد جمع، ایک کلمہ کا دوسرے کلمہ سے تبدیل ہونا، یا ایک حرف کا دوسرے حرف سے تبدیل ہونا وغیرہ کا فرق پایا جاتا ہے۔ یہ اسلوب قرآن کریم کے منجملہ معجزات کہ ایک عظیم معجزہ ہے اور اس میں اعلیٰ درجہ کی بلاغت پائی جاتی ہے کیونکہ اس اسلوب میں بھی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ایک خاص حکمت پوشید ہے اور یہ اسلوب بھی فوائد ورموز سے بھرپور ہے ایسا ہر گز نہیں کہ یہ محض تکرار ہے جس میں کوئی فائدہ نہیں جیسا کہ بعض کوتاہ نظر لوگوں کی کمزور اور ناقص رائے ہے۔

متشابہ لفظی فی القرآن کا تعارف:

علم متشابہ القرآن کی تعریف:

تعریف لغوی:

متشابہ اسم فاعل کا صیغہ ہے التشابہ باب تفاعل سے مشتق ہے، اہل لغت نے متشابہ کے درج ذیل لغوی معنی بیان کیے ہیں۔

1-المتشابهات من الامور، المشكلات، المتماثلات، یعنی متشابہ امور کا مطلب ہے مشکل، ایک دوسرے کے مشابہ اور ایک جیسے امور[1]

2۔ متشابہ میں ش، ب، ہ کا مادہ پایا جاتا ہے اور یہ ایک ایسی اصل ہے جو ایک شے کی دوسری شے کے ساتھ رنگ اور وصف وغیرہ میں ایک جیسا ہونے پر دلالت کرتی ہے۔[2]

3۔ متشابہ کا معنی یہ ہے کے مختلف معانی میں سے کسی ایک معنی میں اشتراک اور اشتباہ پایا جائے[3]

4۔ متشابہ یعنی ملتبس ہونا، ایک چیز دوسری چیز کے ساتھ ملتبس یعنی خلط ملط ہو جائے۔[4]

تعریف اصطلاحی:

متشابہ کا مطلب یہ ہے کے ایک شے تلفظ میں تو دوسری شے کی مانند ہو لیکن ان دونوں کی حقیقت اور معنی مختلف ہو جیسا کہ اللہ تعالی نے جنت کے پھلوں کی صفت بیان کرتے ہوئے فرمایا "وَأُتُوا بِهِ مُتَشَابِهًا" دیکھنے میں ایک جیسے اور ذائقے میں مختلف ہوں گے بسا اوقات ہر پوشیدہ اور دقیق چیز کو متشابہ کہا جاتا ہے جیسا کہ سورتوں کے اوائل میں آنے والے حروف مقطعات کو متشابہ کہا جاتا ہے۔

علامہ زرکشیؒ فرماتے ہیں کہ علم متشابہ لفظی سے مراد "ایک قصہ کو مختلف صورتوں اور جداگانہ فواصل (آیتوں کے آخری الفاظ جن پر آیت تمام ہوتی ہے) میں پیش کرنا۔[5]

علامہ سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ علم متشابہ لفظی سے مراد "ایک قصہ کو مختلف شکلوں اور جدا جدا فواصل کی صورت میں اس طرح پیش کرنا کہ ایک ہی مقام میں کبھی وہ مقدم ہو اور کبھی مؤخر جیسے اللہ تعالیٰ کا ارشاد "وَادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَقُولُوا حِطَّةٌ"[6] اور سورۃ الاعرف میں "وَقُولُوا حِطَّةٌ وَادْخُلُوا الْبَابَ" [7]، اسی طرح وہی قصہ ایک جگہ معرفہ اور دوسری جگہ نکرہ لایا جائے، یا ایک جگہ ایک حرف کے ساتھ تو دوسری جگہ حروف تبدیل کرکے، یا ایک جگہ ادغام اور دوسری جگہ بغیر ادغام کے بیان کیا جائے۔

سابقہ تحقیقات کا جائزہ:

یقینی طور پر اس علم کی ابتداء کا آسان کام نہیں ہے اس لئے کہ اس علم کی ابتداء کے متعلق ہمارے پاس یقینی اور قطعی شہادتیں موجود نہیں، لیکن حسب امکان اس کی ابتداء کی تعیین درج ذیل طور پر کی جا سکتی ہے۔ ابتداء میں قرائے کرام نے قرآن کریم کی متشابہ آیات کے حفظ میں آسانی کے لئے ان آیات کو جمع کیا اور یہیں سے اس علم کی غیر محسوس طور پر ابتداء ہوئی، پھر رفتہ رفتہ قرائے کام نے اپنے شاگردوں کے لئے حفظ میں آسانی کی خاطر کتب تصنیف کیں، جیساکے قرائے سبعہ میں سے ایک قاری ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائی نے ایک کتاب متشابہ القرآن کے نام سے تصنیف کی، اور قراء نے بھی اسی قسم کی کتابیں تصنیف کیں، ان میں سے بعض کتب میں متشابہ آیات کی تعداد کم اور زیادہ رکھی گئ، ہر مؤلف نے اپنے ذوق اور خیال کے مطابق آیات متشابہات اور حروف کو جمع کیا۔[8]

رفتہ رفتہ اس علم نے ارتقاء کی منازل طے کیں، سوال وجواب کی شکل میں مؤلفات سامنے آنے لگیں اور ترقی کرتے کرتے سورتوں کی بنیادی ترتیب پر اس موضوع پر تصنیفات ہوئیں، پھر علماء کی ایک جماعت ان متشابہ آیات اور متشابہ حروف کی توجیہات اسباب اور حکمتوں کے بیان پر مشتمل تالیفات کی طرف متوجہ ہوئے اور یہیں سے یہ علم ابتدائی مرحلے سے ایک اہم مرحلہ کی طرف منتقل ہوا، اور یہ مرحلہ تھا لفظی متشابہات کی توجیہ کا مرحلہ۔[9]

مسئلہ تحقیق:

قرآن کریم کے اسالیب کے تنوع اور اس سے حاصل شدہ حکمتوں کے بیان، اعجاز قرآنی کا ثبوت، متشابہ آیات وحروف کے تکرار کے بے فائدہ اور زائد ہونے کے دعویٰ کرنے والے معترضین، ملحدین اور مستشرقین کا در کرنا اس علم کی غرض وغایت ہے۔

منہج تحقیق:

قرآن کریم معنوی طور پر کامل صورت میں محفوظ اس میں کمی زیادتی کا امکان تک نہیں ہے جیساکہ ارشاد باری تعالیٰ ہے "أُحْكِمَتْ آيَاتُهُ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَدُنْ حَكِيمٍ خَبِيرٍ"[10] یہ وہ کتاب ہے جس کی آیات کو دلائل سے مضبوط کیا گیا ہے پھر ان کو تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ایک ایسی ذات کی طرف سے جو حکمت کی مالک اور ہر بات سے باخبر ہے۔

یہاں پر اس علم کا مختصر تعارف، اقسام اور ابتدائی کتب کے مناہج پر بحث کی گئی ہے۔ یہ علم حفاظ کرام کے لیے بہت مد اور معاون ثابت ہوتا ہے اور حفاظ متشابہ آیات کو پہچان کر باآسانی یاد رکھ سکتے ہیں اور متشابہات لفظی میں جو التباس اور اشتباہ پیش آتا

ہے اس سے بچ سکتے ہیں۔[11]

علم متشابہ لفظی کا ارتقاء:

قرآن کے متشابہ لفظی سے متعلقہ کتابیں چار قسم کی ہیں۔

1۔وہ کتب جن میں متشابہ لفظی کو جمع کیا گیا ہے اور ان کتب کا مقصد حفاظ قرآن کو حفظ میں آسانی پیدا کرنا ہے تاکہ وہ متشابہ آیات میں التباس اور غلطی سے بچ سکیں، ان کتب کی تعداد بھی بہت زیادہ ہے، اور یہی کتب اس علم میں سب سے پہلے تصنیف کی گئی ہیں، مثال کے طور پر متشابہ القرآن نامی کتاب جو کہ قاری القراء ابو الحسن علی بن حمزہ الکسائیؒ کی ہے جن کی وفات ۱۸۹ھ ہے، اسی طرح ایک کتاب متشابہ حرف القرآن کتاب قاری القراء حلف بن ہشام کی ہے جن کی وفات ۲۲۹ھ ہے۔

2۔وہ کتب جن میں صرف متشابہ لفظی کی توجیہات اور حکمتیں بیان کی گئی ہیں جو کہ یہاں ہمارا مقصد ہیں ان کی مثالیں مذکورہ چار کتب کے علاوہ بہت ساری کتابیں ہیں انہی میں علامہ سیوطیؒ کی کتاب قطف الازھار فی کشف الاسرار بھی ہے، جہاں ان کتب کا مقصد متشابہات لفظیہ کی حکمتیں بیان کرنا ہے وہاں ان لوگوں کو بھی جواب دینا ہے جو کہ قرآن کریم میں تکرار ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں۔

3۔ وہ کتب تفسیر جن میں متشابہات لفظی کے ضمن میں ان کی توجیہ اور وضاحت کی گئی ہے مستقل حیثیت ان کتب کی تفاسیر میں ہے۔اور یہ کتابیں ملحدین اور طاعنین کے در میں لکھی گئی ہیں مثلا علامہ طبریؒ کی جامع البیان، اور ابن قتیبہؒ کی تاویل مشکل القرآن وغیرہ۔

4۔وہ کتب تفسیر جن میں ان متشابہات سے بحث کی گئی ہے جو کہ محکم کے مقابلے میں بولا جاتا ہے اور ان کتب میں متشابہ لفظی سے بحث نہیں کی جاتی جیساکے قاضی عبد الجبار معتزلی کی تفسیر متشابہ القرآن، اور محمد بن عبد المؤمن کی کتاب المتشابہات وغیرہ۔[12]

متشابہ لفظی کی اقسام؛

علامہ زرکشیؒ نے متشابہ لفظی کی درج ذیل اقسام بیان کی ہیں۔[13]

النوع الاول:

1۔ایک مقام پر آیت ایک ترتیب پر ہو اور دوسرے مقام پر اس کی ترتیب بالکل الٹ کر دی جائے، مثلا سورۃ بقرۃ آیت ۵۸ میں ہے "وادخلو االباب سجدا وقولوا حطة"جب کہ سورۃ الاعراف آیت ۱۶۱ میں ہے"وقولوا حطة وادخلواالباب"

2۔ایک مقام پر آیت میں زیادتی ہو اور دوسرے مقام پر اس میں کمی کرکے بیان کیا جائے، مثلا سورۃ بقرۃ آیت نمبر ۶ میں "وسواء علیهم "جب کے سورۃیٰس آیت ۱۰ میں "سواء" ہے واو کی کمی کے ساتھ

3۔ایک مقام پر ایک کلمہ مقدم ہو اور دوسرے مقام پر اس کو مؤخر کر دیا جائے، مثلا سورۃ بقرۃ آیت ۱۲۹ میں ہے، "ویعلمهم الکتاب والحکمة ویزکیهم" جب کے سورۃ النساء میں "یزکیهم ویعلمهم الکتاب والحکمة"ہے۔

4۔ایک مقام پر ایک کلمہ کو معرفہ بیان کیا جائے اور دوسرے مقام پر نکرہ بیان کیا جائے، مثلا سورۃ بقرۃ آیت ۲۵۴ میں

"ویقتلون النبیین بغیر الحق"اور سورۃ آل عمران آیت ۱۱۲ میں "بغیر حق"

5۔ایک مقام پر ایک کلمہ کو جمع کے صیغہ میں بیان کیا جائے اور دوسرے مقام پر مفرد،مثلا سورۃ بقرۃ آیت ۸۰ میں "لن تمسنا النار إلا أیاما معدودة"اور سورۃ ال عمران آیت ۲۴ میں "ایاما معدودات" جمع کے ساتھ بیان کیا ہے۔

النوع الثانی:

ایسے الفاظ جو قرآن کریم میں دو بار استعمال ہوئے ہیں،مثلا "لعلکم تتفکرون" سورۃ البقرۃ میں دو مرتبہ آیا ہے آیت ۲۱۹ اور آیت ۲۶۶ میں،اسی طرح "ولکن أکثرهم لا یشکرون"دو مرتبہ آیا ہے،سورۃ یونس آیت ۶۰ اور نمل آیت ۷۳ میں،اسی طرح "من عباده ویقدر له" قرآن میں دو بار آیا ہے پہلی مرتبہ سورۃ العنکبوت آیت ۶۲ اور دوسری مرتبہ سورۃ السباء آیت ۳۹ میں ہے۔اس طرح اور بہت سی آیات ہیں جو قرآن کریم میں دو دو مرتبہ آئی ہیں۔

النوع الثالث:

ایسی آیات جو قرآن کریم میں تین تین مرتبہ استعمال ہوئی ہیں،مثلا"أ ولم یسیروا في الأرض" سورۃ الروم آیت ۹، فاطر آیت ۴۴ اور سورۃ المؤمن آیت ۲۱ میں ہے،اسی طرح"وما یذکر إلا أولو الألباب"سورۃ البقرۃ آیت۲۶۹،آل عمران آیت ۷ اور سورۃ ابراہیم آیت ۵۲ میں آیا ہے۔

النوع الرابع:

ایسی آیات جو قرآن کریم میں چار چار مرتبہ بیان ہوئی ہیں،مثلا "من في السموات ومن في الأرض" لفظ من کے تکرار کے ساتھ سورۃ یونس آیت ۶۶، الحج آیت ۱۸، الزمر آیت ۶۸، اور النمل آیت ۸۶ میں آیا ہے۔اسی طرح "ملك السموات والارض وما بینهما" سورۃ المائدۃ میں دو مرتبہ آیت ۱۷، ۱۸ ایک مرتبہ سورۃ ص آیت ۱۰ اور ایک مرتبہ سورۃ الزخرف آیت ۸۵ میں آیا ہے۔

النوع الخامس:

ایسی آیات جو قرآن کریم میں پانچ بار نازل ہوئی ہیں،مثلا "حکیم علیم" تین مرتبہ سورۃ الانعام آیت ۸۳،۱۲۸، ۱۳۹، چوتھی مرتبہ سورۃ الحجر آیت ۲۵ اور پانچویں مرتبہ سورۃ النمل آیت ۶ میں آیا ہے۔اسی طرح "مغفرة ورزق کریم" دو مرتبہ سورۃ الانفال آیت ۴، ۷۴، ایک مرتبہ سورۃ الحج آیت ۵۰، ایک مرتبہ سورۃ النور آیت ۲۶ اور ایک مرتبہ سورۃ السباء آیت ۴ میں آیا ہے۔

اس طرح کی تقریبا بیس انواع بیان کی گئی ہیں۔

قرآن کے متشابہ لفظی سے متعلق ابتدائی کتب اربعہ کا مختصر تعارف

1-درة التنزیل وغرة التاویل للخطیب الاسکافي المتوفی 420ھ

حالات مصنفؒ:

آپ کا نام محمد بن عبداللہ ، کنیت ابو عبداللہ اور لقب خطیب ہے، آپ اصفہان کے رہنے والے ہیں،اصفہان کے ایک قصبے رے میں آپ منصب خطابت پر مامور تھے جس کی وجہ سے آپ کو خطیب کہا جاتا ہے، چونکہ آپ چمڑے کا کاروبار کرتے تھے اس کی وجہ سے آپ کو اسکافی کہا جاتا ہے،آپ صاحب ابن عباد کے زمانے کے ہیں جس کا تذکرہ یاقوت حموی نے اپنی کتاب میں کیا ہے، لیکن آپ کی پیدائش، وفات، آپ کے اساتذہ ،اسفار علم، وغیرہ کے بارے میں کوئی تفصیل نہیں ملتی اور یہی کہا جا سکتا ہے کے آپ گوشہ نشینی اور تنہائی کو ترجیح دیتے تھے،اور اپنا سارا وقت تصنیف وتالیف میں گزارتے تھے،اس بات کا اندازہ آپ کی تصانیف سے لگایا جاسکتا ہے۔[14]

آپ کی اہم تصانیف میں نقد الشعر، درۃ التنزیل وغرۃ التأویل)) فی الآیات المتشابہۃ، لطف التدبیر فی سیاسات الملوک، کتاب المجالس، شرح الحماسۃ، جامع التفسیر، معانی القرآن اور مختصر کتاب العین[15] شامل ہیں۔آپ رحمۃ اللہ علیہ کی وفات سنہ 420ھ یا 42ھ میں ہوئی۔

منہج المصنف:

درۃ التنزیل میں علامہ اسکافیؒ نے جو طریقہ کار اپنایا ہے اس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔[16]

1۔جدت:

خطیب اسکافیؒ کی کتاب کو یہ اعزاز حاصل ہے کہ یہ کتاب اس فن میں سب سے پہلی لکھی جانے والی کتاب ہے آپ کے بعد آنے والے تمام مصنفین نے آپ ہی کی کتاب کو اپنے سامنے رکھ کر اپنی کتب تصنیف کی ہیں اور اس بات کا ذکر آپ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں کیا ہے اس کتاب کا مطالعہ کرنے کے بعد یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اس کتاب کو اصول تفسیر کے مطابق رکھا گیا ہے۔

2۔ترتیب:

مصنفؒ نے اس کتاب کو قرآنی ترتیب جو کے سورتوں کے درمیان موجود ہے اسی اعتبار سے رکھا ہے کہ پہلے سورۃ بقرۃ پھر سورۃ النساء اور اسی طرح آخر تک سورتوں کی ترتیب کو برقرار رکھتے ہوئے متشابہ آیات کو بیان کرکے ان کی توجیہ بیان کی ہے۔

3۔ تعداد:

مصنفؒ نے تقریباً ۲۷۴ آیات کو بیان کیا ہے جن میں تشابہ لفظی پایا جاتا ہے اور جو آیات ان کے ساتھ متشابہ ہیں ان کو اس تعداد میں شمار نہیں کیا۔ اس اعتبار سے کل آیات متشابہ کی تعداد جو اس کتاب میں بیان ہوئی ہیں ان کی تعداد ۳۵۲ تک پہنچتی ہے۔

4۔استدراک:

مصنفؒ نے دوران تصنیف جہاں سورتوں کی ترتیب کو مدنظر رکھا ہے وہاں اگر کوئی آیت جو مصنفؒ نے پہلے بیان نہیں کی اور بعد میں آپ کو یاد آیا ہے کہ یہ آیت ماقبل سورت کی آیت سے متشابہ یا ملتی جلتی ہے تو اس کی بھی آپ نے وضاحت کر دی ہے مثال کے طور پر سورۃ النساء کی آیت ۱۳ "ومن يطع الله ورسوله يدخله جنات تجري من تحتها الأنهار

خالدين فيها وذلك الفوز العظيم" یہ آیت مصنفؒ نے سورۃالمائدۃ کی آیت ۱۱۹کے تحت بیان کی ہے جوکے یہ ہے "قال الله هذا يوم ينفع الصادقين صدقهم لهم جنات تجري من تحتها الأنهار خالدين فيها أبدا رضي الله عنهم ورضوا عنه ذلك الفوز العظيم" اس آیت کو بیان کرنے کے بعد مصنفؒ نے خود ہی اس بات کی وضاحت کر دی کہ اس آیت کا مقام تو مقدم تھا کہ سورۃالنساء کے ذیل میں اس کی وضاحت کی جاتی لیکن وہاں مجھے یاد نہیں رہا اس لیے یہاں اس کو بیان کیا ہے۔

5۔آیات کی وضاحت:

خطیبؒ نے آیات متشابہ لفظی کو پیش کرنے کا جو طریقہ اپنایا ہے وہ یہ ہے کہ سب سے پہلے متشابہ آیت کو بیان کیا ہے پھر اس آیت کے مماثل دوسری آیات کو بیان کیا ہے عام ہے کہ وہ اس سورۃ میں ہوں یا دوسری سورتوں میں ہوں، پھر اس کے بعد ان کی توجیہ بیان کی ہے اور یہ توجیہ سوال وجواب کی شکل میں ہے کہ پہلے سوال بیان کیا ہے اور پھر اس کا جواب پیش کیا ہے اور جو شبہ پیدا ہو سکتا ہے اس پر رد کیا ہے اور خطیب اسکافی کا یہ ایک ایسا انوکھا منہج اور اسلوب تھا جو بعد کے مصنفین نے بھی اختیار کیا ہے جنھوں نے اس علم میں کتابیں لکھیں مثلا سورۃالنساء کی آیت ۱۴۹، "إن تبدوا خيرا أو تخفوه أو تعفوا عن سوء فإن الله كان عفوا قديرا" ہے جب کہ سورۃالاحزاب کی آیت ۵۴ "إن تبدو شيئا أو تخفوه فإن الله كان بكل شيء عليما" ہے۔ان آیات کو بیان کرنے کے بعد مصنفؒ نے یہ سوال پیش کیا کہ کوئی آدمی یہ سوال کر سکتا ہے کہ پہلی آیت کو لفظ "خيرا" لگا کر خاص کیا جب کہ دوسری آیت میں لفظ "شياء" لگا کر عموم کو پیدا کیا اس کی کیا ضرورت پیش آئی؟ مصنفؒ نے خود ہی اس کا جواب دیا کہ پہلی آیت میں لفظ "خيرا" کے ساتھ تخصیص اس لیے کی گئی کہ اس کے مقابلے میں لفظ "سوء" ہے یعنی اس سے پہلی آیت "لا يحب الله الجهر بالسوء من القول إلا من ظلم" [النساء: 148] میں لفظ "سوء" آیا ہے تو آیت کا مفہوم یہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ مظلوم کے علاوہ بری بات کے اظہار کو پسند نہیں فرماتے یعنی مظلوم اپنے ظلم کا اظہار کرتا ہے یا کسی سے مدد طلب کرتا ہے یا ظالم کے لیے برے الفاظ استعمال کرتا ہے تو اس کے لیے جائز ہے اسی وجہ سے آیت میں لفظ "خير" لگا کر تخصیص پیدا کی۔جب کہ دوسری آیت میں عموم رکھا کیونکہ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ ہے کہ ایسی باتیں دل میں چھپا کر رکھنا مناسب نہیں اور اس بات پر بعد کی آیت "والله يعلم ما في قلوبكم" [الأحزاب: 51] واضح دلالت کر رہی ہے۔

6۔دلیل اور شواہد:

مصنفؒ آیات متشابہات لفظیہ کی توجیہ عام طور پر قرآن،احادیث وآثار اور عربی اشعار سے پیش کرتے ہیں،قرآن کریم سے مصنفؒ نے بہت زیادہ تعداد میں استشہادات پیش کیے ہیں چند مثالیں حسب ذیل ہیں۔

سورۃالنساہ کی آیت ۱۳۵ ہے: "يا أيها الذين آمنوا كونوا قوامين بالقسط شهداء لله" اور سورۃالمائدۃ کی آیت ہے "يا أيها الذين أمنوا كونوا قوامين لله شهداء بالقسط" [المائدة: 8] پہلی آیت میں لفظ "قسط" کو

"شهداء" پر مقدم کیا گیا جب کہ دوسری آیت میں لفظ "شهداء" کو لفظ "قسط" پر مقدم کیا گیا، اس تقدیم وتاخیر کی وضاحت کرتے ہوئے مصنفؒ نے بیان فرمایا کہ سورۃ المائدہ کی آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں حکمرانوں اور قاضیوں کو حکم دیا گیا ہے کے وہ اللہ کی رضا کے لیے عدل وانصاف کو قائم کریں نہ کے کسی دنیاوی فائدے کے لیے، تو اس صورت میں لفظ "قسط" "قوامين" سے متعلق ہوگا "كونوا قوامين لأجل طاعة الله بالعدل والحكم به في حال كونكم شهداء" عبارت ہو گی، تم اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتے ہوئے عدل وانصاف پر قائم رہو اس لیے کہ تم ان پر گواہ ہو، گویا کہ تم اللہ اور مخلوق کے درمیان واسطہ ہو یا نبی ﷺ اور امت کے درمیان تعلق کو جوڑنے والے ہو اور اس بات پر مصنفؒ نے سورۃ البقرۃ کی آیت "وكذلك جعلناكم أمة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا" [البقرة: 136] سے دلیل بیان کی۔

احادیث وآثار سے مصنفؒ نے بہت کم استدلال پیش کیا ہے اس کی وجہ یہ ہے کہ احادیث میں تشابہ لفظی نہیں پایا جاتا جب کہ قرآن کریم کا موضوع ہی اسرار وحکم کی معرفت ہے کہ ایک ہی واقعہ اور موضوع کو تکرار کے ساتھ تقدیم وتاخیر وغیرہ کے ساتھ بیان کرنا ہے اس کی مثال یہ ہے کہ "تلك حدود الله فلا تقربوها" [البقرة: 187] سورۃ بقرہ کی آیت ہے اسی طرح سورۃ بقرۃ ہی کی دوسری آیت "تلك حدود الله فلا تعتدوها" [البقرة: 229] پہلی آیت میں "تقربوها" کہا جب کہ دوسری آیت میں "تعتدوها" کہا اس کی کیا وجہ ہے؟ تو مصنفؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ پہلی آیت میں بہت زیادہ خوف دلانا مقصود تھا جیسا کے آدم علیہ السلام کے واقعہ میں ہے "ولا تقربا هذه الشجرة [البقرة: 35] میں کہا حالانکہ ممانعت تو پھل کھانے کی تھی نہ کہ درخت کے قریب جانے سے روکنا تھا جیسا کہ آپ ﷺ کی حدیث ہے "والمعاصي حمى الله من يرتع حول الحمى يوشك أن يواقعه" یہی حال ہر اس کام میں ملحوظ رکھا جاتا ہے جس میں زیادہ خطرہ ہو اور ممانعت کے لیے بھی یہی طریقہ اپنایا جاتا ہے۔ تاہم مصنفؒ ایک تو احادیث سے بہت کم استدلال کیا ہے اور جو حدیث بیان کی ہے اس کی سند بھی بیان نہیں فرمائی اور نہ ہی حدیث کا درجہ بیان کیا ہے۔

آثار سے بھی مصنفؒ نے بہت کم استفادہ کیا اور آثار بیان کرتے ہوئے بھی مصنفؒ نے سند کو بیان نہیں کیا مثلاً سورۃ المائدہ کی آیت "يحرفون الكلم عن مواضعه [المائدة: 13] ہے جب کہ سورۃ المائدہ ہی کی آیت "يحرفون الكلم من بعد مواضعه [المائدة: 41] ان دو آیات کی توجیہ کرتے ہوئے مصنفؒ نے بیان کیا کہ "اکثر مفسرین نے اس سے یہ مراد لیا ہے کہ کہ ایک جماعت نے آپ ﷺ کی خدمت میں ایک وفد، شادی شدہ زانی کی سزا کا حکم جاننے کے لیے بھیجا اور ان سے کہا کہ آپ ﷺ اگر کوڑے مارنے کا حکم دیں تو اسے قبول کر لینا اور رجم یا سنگ باری کا حکم دیں تو اسے قبول نہ کرنا۔ یہ اکثر مفسرین کی رائے ہے جب کہ حضرت قتادہؒ کہتے ہیں کہ وہ وفد قاتل کی سزا جاننے سے متعلق تھا کہ اگر آپ ﷺ دیت کا کہیں تو مان لینا اور اگر قصاص کا ارشاد فرمائیں تو ماننے سے انکار کر لینا۔

اشعار عربی:

بعض اوقات مصنفؒ آیات کی توجیہ اور وضاحت میں عربی کے اشعار بھی بیان کرتے ہیں کیوں کہ شعر دیوان عرب ہے، مثلا مصنفؒ سورۃ المائدہ کی آیت ۹ "وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات لهم مغفرة وأجر عظيم" اور اس آیت کے مشابہ سورۃ الفتح کی آیت ۲۹ "وعد الله الذين آمنوا وعملوا الصالحات منهم مغفرة وأجرا عظيما" کی توجیہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ کیا وجہ ہے کہ پہلی آیت میں لفظ "أجر عظيم" مرفوع بیان کیا جب کہ دوسری آیت میں اسی لفظ کو منصوب ذکر کیا گیا؟ اس کا جواب دیتے ہوئے مصنفؒ نے کہا کہ پہلی آیت میں لفظ "لهم" اور دوسری آیت میں لفظ "منهم" لانے میں فائدہ ہے اور وہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں مؤمنین کے ساتھ وہ وعدہ کیا جو ان کے لئے ثابت شدہ ہے اسی وجہ سے مفعول کو چھوڑ کر ایسا جملہ بیان کیا جو کہ مفعول کے معنی کو متضمن ہے اور یہ جملہ ترکیب میں مبتداء خبر واقع ہو رہا ہے جو کہ محلا منصوب ہے گویا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا "وعد الله الذين آمنوا مغفرة" اس کی مثال شاعر کا یہ قول ہے۔

"وجدنا الصالحين لهم جزاء　　　　وجنات وعينا سلسبيلا"[17]

گویا کہ اس شعر میں شاعر نے یہ کہا کہ "وجدنا للصالحين جزاء جنات وعينا". "لهم" میں جو لام ہے یہ در حقیقت "الصالحين" کی ضمیر پر داخل ہے اور ضمیر پر داخل ہونا ایسا ہی ہے جیسے اسم پر داخل ہو، اور اس کا عطف جملہ کی جگہ پر ہے جو کہ "لهم جزاء" منصوب ہے اور موضع جملہ موضع نصب ہوا کرتا ہے۔

8۔اسباب نزول:

مصنفؒ اکثر اوقات اسباب نزول آیات کو بیان نہیں کرتے لیکن جہاں پر سبب نزول بیان کرنا لازمی ہوتا ہے وہاں پر اس کو بیان بھی کرتے ہیں اور بیان کرتے وقت لفظ "روی" یا "قیل" سے بیان کرتے ہیں تاکہ اس کا ذمہ انہی لوگوں پر ہو جنہوں نے اپنی تفاسیر میں اسے بیان کیا ہو۔

9۔کلمات غریبہ کی توجیہ:

مصنفؒ نے اپنی کتاب درۃ التنزیل میں الفاظ غریبہ کی ہر جگہ وضاحت بیان کی ہے جس کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ مصنفؒ لغت میں بھی مہارت رکھتے تھے مثلا لفظ "علي حكيم" میں لفظ "علي" کی تشریح کرتے ہوئے کہتے ہیں:

"العلي "بمعنى القادر على الشيئ - القاهر له" ۔اور اس پر دلیل شاعر کے اس شعر سے بیان کی۔

"اعمد لما تعلو فما لك بالذي　　　　لا تستطيع من الأمور يدان"

اس شعر میں شاعر نے تعلو کے مقابل لا تستطیع لا کر اس طرف اشارہ کر دیا کہ العلي وہی ہو سکتا ہے جو کسی چیز پر مکمل طور پر قدرت رکھتا ہو اور اس پر غالب بھی ہو۔[18]

10۔ قول راجح کی وضاحت:

مصنفؒ نے اکثر مقامات پر اس بات کا بھی التزام کیا ہے کہ مختلف اقوال میں سے جو صحیح اور راجح قول ہے اس کی تعیین کی ہے لیکن اس بات کا بھی خیال رکھا ہے کہ صرف قول ہی ان کا مطمع نظر رہے اور قائل کا نام نہیں لیا تاکہ کسی کی دل آزاری نہ ہو اور جہاں پر ایسا کیا ہے اس کو "لیس بشیٔ" یا "باطل" کہہ کر تردید کی ہے جس سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ مصنف صرف نقل کرنے والے ہی نہیں بلکہ مجتہد بھی تھے۔

2۔البرہان فی تشابہ القرآن، للکرمانی المتوفی 505ھ

حالات مصنفؒ:

آپ کا نام محمود والد کا نام حمزہ ہے، آپ کی کنیت ابو القاسم ہے آپ کا لقب برہان الدین الکرمانی ہے، آپ کی تاریخ پیدائش کے بارے میں کوئی یقینی بات نہیں کی جا سکتی، آپ تاج القراء کے نام سے بھی معروف ہیں، آپ قرآن کی قرأت کے عالم تھے، آپ کی پیدائش کی طرح آپ کی تاریخ وفات میں بھی اختلاف ہے، راجح قول یہی ہے کہ آپؒ ۵۰۵ھ میں فوت ہوئے۔ آپؒ انتہائی منکسر المزاج اور ہمیشہ علم میں مشغول رہتے تھے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ علماء اور مصنفین طبقات آپ کی حالات زندگی سے واقف نہیں، علامہ سیوطیؒ نے آپ کو نحوی اور لغوی کی صفات کے ساتھ بیان کیا ہے اور آپ کا تعارف صرف چند سطروں میں بیان کیا ہے اور وہ بھی انہوں نے علامہ یاقوت الحموی سے نقل کیا ہے۔ آپ ساری زندگی اپنے وطن ہی میں رہے علم کے حصول کے لیے بھی آپ نے کوئی سفر نہیں کیا۔[19]

آپؒ کی تصانیف میں شرح اللمع لابن جنیؒ، الایجاز مختصر الایضاح لفارسیؒ، عجائب الغرائب، لباب التفسیر فی عجائب التاویل، البرہان فی توجیہ تشابہ القرآن" شامل ہیں۔ آپ کی وفات ۵۰۵ھ میں ہوئی۔[20]

کتاب کا اسلوب اور خصوصیات:

علامہ کرمانیؒ نے اس کتاب میں قرآن کریم کے ایسے ۵۸۸ مقامات پر بحث کی ہے جس میں لفظی تکرار موجود ہے اور اس تکرار کی وجوہات مصلحتیں اور اسباب بیان کیے ہیں سورۃ الفاتحہ سے لے کر سورۃ الناس تک لفظی تکرار اور تشابہ لفظی کی توجیہات بیان کرنے کے ساتھ ساتھ بعض مقامات پر تفسیری نکات بھی بیان کیے ہیں۔

علامہ کرمانیؒ اپنی اس کتاب کے مقدمہ میں اپنی کتاب کی خصوصیات اور اسلوب تحریر سے متعلق لکھتے ہیں:

"فان هذا الكتاب أذكر فيه.........."[21]

میں اس کتاب میں ایسی متشابہات آیات کریمہ کو بیان کروں گا جو قرآن مجید میں بار بار آئی ہیں اور ان آیات کے الفاظ ایک جیسے ہیں مگر ان میں مندرجہ فرق ہیں:

1۔ کسی آیت میں کوئی لفظ زیادہ ہے اور کسی میں کم۔

2۔ کسی مقام پر کوئی لفظ یا حرف مقدم ہے اور کسی جگہ مؤخر۔

3۔ کسی مقام پر ایک حرف کی جگہ دوسرا حرف لایا گیا ہے۔

یا ان صورتوں کے علاوہ کوئی ایسی صورت واقع ہو جاتی کہ دو یا کثیر آیات میں تکرار اور اختلاف پیدا ہو جاتا

ہے، میں ان کے تکرار کا سبب،ان آیات میں تکرار کا فائدہ، کسی حرف ولفظ کی کمی یا زیادتی کی وجہ، تقدیم وتاخیر، تبدیلی حرف کی وجہ، یا کسی آیت میں ایک حرف یا لفظ کی خصوصیت دوسری آیت میں اس لفظ یا حرف کے نہ ہونے کی حکمت بیان کروں گا اور اسی طرح یہ بھی بیان کروں گا کہ یہ لفظ یا حرف جو اس سورۃ میں آیا ہے کیا یہی لفظ یا حرف اس جیسی دوسری سورۃ میں آنے کی صلاحیت رکھتا ہے یا نہیں تاکہ یہ سورۃ اپنی جیسی دوسری سورتوں سے جدا اور ممتاز ہو جائے اور یہ سب کچھ میں اس سورۃ کی تفسیر اور تاویل میں مشغول ہونے کی بغیر ہی کروں گا۔"

مصنفؒ نے یہ باتیں بیان کرنے سے اپنا مقصد تالیف،اسلوب کتاب، خصوصیات کتاب کو مختصر انداز میں بیان کر لیا ہے تاہم مزید باتیں حسب ذیل ہیں:

1۔انداز بیان

مصنفؒ متشابہ مقام آیت تحریر کرنے کے بعد اس آیت میں موجود تکرار کی وجہ وحکمت بیان کرتے ہیں لیکن وہ باقاعدہ طور پر سوال اور جواب کا طریقہ اختیار نہیں کرتے، مثلا سورۃ الفاتحہ کے چار مقامات کو مصنفؒ نے متشابہ لفظی کے طور پر پیش کیا ہے اور اس کے بعد ان مقامات میں موجود تشابہ اور تکرار کی وجوہات، اسباب اور حکمتوں کو بھی بیان کیا ہے، مصنفؒ فرماتے ہیں،

"أول المتشابهات، قوله الرحمٰن الرحيم، مالك يوم الدين....." [22]

"متشابہ لفظیہ میں سے پہلا متشابہ "الرحمٰن الرحیم" ہے اور یہ بات ان حضرات کے قول کے مطابق ہے جو "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" کو سورۃ الفاتحہ کا جز واور حصہ قرار دیتے ہیں۔"

اس تکرار میں دو قول نقل کیے ہیں، علی بن عیسیٰ [23] نے کہا کہ یہ تکرار تاکید کی غرض سے لایا گیا ہے اور پھر خود ہی اس کی دلیل شاعر کا یہ قول پیش کیا:

"هلا سألت جموع كندة   يوم ولو أين أينا"

مذکورہ شعر میں لفظ "أین" تکرار کے ساتھ آیا ہے۔دوسرا قول اس تکرار میں قاسم بن حبیب [24] کا نقل کیا ہے کہ اس آیت کا مطلب یہ ہے کہ اللہ کا شکر ادا کرنا واجب ہے اس لیے کہ اللہ تعالیٰ رحمٰن ورحیم ہیں۔

اس کا بعد مصنفؒ نے اپنا قول پیش کیا اور کہا کہ رحمت در حقیقت محتاج وضرورت مند پر انعام ہوتا ہے لہٰذا پہلی آیت میں انعام کرنے والے کا تو ذکر ہے لیکن جن پر انعام کیا گیا ہے ان کا تذکرہ نہیں اسی لیے دوبارہ منعم اور منعم علیہم کا ذکر کیا گیا اور "رب العالمین الرحمٰن" کہا کہ ان سب پر اللہ کی طرف سے دنیا میں انعام کیا گیا ہے اور ان کو روزی دی جاتی ہے جب کہ "الرحیم" سے اس بات کی طرف اشارہ کیا کہ یہ رحمت مومنین کے ساتھ "یوم الدین" کے ساتھ خاص ہے۔

2۔آیات کریمہ کی تفسیر کا اہتمام:

مصنفؒ نے بعض مقامات پر آیات قرآنیہ کی تفسیر بھی بیان کی ہے حالانکہ ان کا موضوع تفسیر نہیں بلکہ آیات متشابہات کی توجیہ بیان کرنا ہے۔مثال کے طور پر "فاتوا بسورۃ من مثلہ" میں ضمیر کا مرجع متعین کرنے میں بہت ساری باتیں بیان کی ہیں مثلا اس ضمیر کا مرجع لفظ "ما" ہے جس سے مراد قرآن کریم ہے،ایک قول یہ ہے کہ اس ضمیر کا مرجع نبی ﷺ کی ذات

اقدس ہے اس سورۃ میں ترجمہ یہ ہو گا کہ کسی انسان کی طرف سے اس جیسی کوئی سورۃ لے آؤ،ایک قول یہ ہے کہ اس کا مرجع لفظ "انداد" ہے مگر یہ قول ضعیف ہے کیونکہ انداد جمع ہے اور جمع کی طرف مفرد کی ضمیر کا لوٹانا صحیح نہیں،ایک قول یہ بیان کیا کہ "مثلہ میں مثل سے مراد تورات ہے جب کہ ضمیر کا مرجع قرآن کریم ہے اس سورۃ میں مطلب یہ ہو گا کہ تورات کی کوئی ایسی سورۃ جو قرآن کریم کے مثل ہو،تاکہ وہ ان دونوں کتابوں کا متفق ہونا جان لیں اور یہ خطاب یہود کو ہے۔" اس مثال میں مصنفؒ نے آیت کریمہ کی پوری تفسیر ہی بیان کر دی ہے۔

3۔ مشکل الفاظ کی تشریح:

مصنفؒ نے اس کتاب میں بعض الفاظ کی لغوی تشریح بھی پیش کی ہے مثال کے طور پر "قوله فانفجرت --------والانبجاس ظهور الماء"[25] "انفجار" کے معنی بیان کرتے ہوئے مصنفؒ نے کہا کہ اس کے معنی پانی کا بہت کثرت سے بہنا اور گرنا مراد ہے جب کہ "انبجاس" کے معنی پانی کا ظاہر ہونا۔

4۔ سوال وجواب:

بسا اوقات مصنفؒ اپنی بحث پر پیدا ہونے والے سوال خود ہی بیان کرتے ہیں اور پھر ان کا جواب بھی نقل کرتے ہیں، مثلا

"فان قيل سورة البقرة ليست............ ذكرت "قلت............ما كان يجتمع عنده"

"اگر یہ اعتراض کیا جائے کہ سورۃ البقرۃ نزول کے اعتبار سے قرآن پاک کی پہلی سورتوں میں سے نہیں لہٰذا جو کچھ آپ نے بیان کیا وہ درست نہیں؟ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے مصنفؒ نے یہ کہا کہ قرآن پاک کی پہلی سورۃ سورۃ الفاتحہ ہے، پھر سورۃ البقرۃ اور پھر آل عمران، اور اسی ترتیب پر سورۃ الناس تک ہے اور یہی ترتیب لوح محفوظ میں اللہ تعالیٰ کے ہاں ہے اسی ترتیب پر جبرئیل علیہ السلام ہر سال حضور پاک ﷺ کو قرآن کریم پیش کرتے تھے۔"

5۔ مختلف اقوال کا بیان:

مصنفؒ متشابہ آیات کی توجیہ بیان کرتے ہوئے مختلف آئمہ کے اقوال بھی بیان کرتے ہیں اور ان اقوال کو ان کے قائلین کی طرف بڑی امانت سے منسوب کرتے ہیں انہیں مبہم یا اپنی طرف منسوب نہیں کرتے اس کی مثال سورۃ الفاتحہ میں الرحمٰن الرحیم کی توجیہ کرتے ہوئے مصنفؒ نے علی بن عیسیٰ اور قاسم بن حبیبؒ کے اقوال ان کے ناموں سے بیان کیے ہیں۔

6۔ متقدمین علماء سے استفادہ:

مصنفؒ اپنے سے پہلے والے مصنفین علماء کی کتابوں سے بھی استفادہ کرتے ہیں اور با قاعدہ ان کا نام لے کر ان کی عبارت نقل کرتے ہیں اور اس میں کسی قسم کے لیت ولعل سے کام نہیں لیتے، مثال کے طور پر سورۃ البقرۃ کی آیت "قَوْله {أم حسبتم أَن تدْخلُوا الْجنَّة وَلما يأتكم مثل الَّذين خلوا من قبلكُمْ} وَقَالَ فِي آل عمرَان {أم حسبتم أَن تدْخلُوا الْجنَّة وَلما يعلم الله الَّذين جاهدوا مِنْكُم وَيعلم الصابرين} وَقَالَ فِي التَّوْبَة {أم حسبتم أَن تتركوا

وَلما یعلم الله الَّذین جاهدوا مِنْكُم} ان آیات کی وضاحت میں کہتے ہیں کہ "الخطیب اطنب في هذه الآیات ومحصول کلامه ان الاول للنبیﷺ والمؤمنین،والثانی للمؤمنین،والثالث للمخطبین جمیعا"[26]

مطلب یہ ہے کہ علامہ خطیب الاسکافیؒ نے ان آیات کی توجیہ بیان کرنے میں بہت تفصیل بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ پہلی آیت میں خطاب نبیﷺ اور مؤمنین کو ہے، دوسری آیت میں صرف مؤمنین کو ہے جب کہ تیسری آیت کے مخاطب تمام انسان ہیں۔

7۔ حدیث وآثار سے استشہاد:

مصنفؒ نے آیات متشابہات کی وضاحت میں احادیث وآثار کو دلیل کے طور پر بیان کیا ہے مثال کے طور پر "قَوْله {فسنیسره للیسری} وَبعده {فسنیسره للعسری} کی توجیہ میں لفظ "سنیسره" کو حدیث سے بیان کیا کہ حدیث میں آیا ہے "اعْمَلُوا فَكل میسر لما خلق لَهُ"[27]

اسی طرح آثار صحابہ کو بھی بطور دلیل کے بیان کیا ہے مثلا "قَوْله تَعَالَى {فَإِن مَعَ الْعسر یسرا} {إِن مَعَ الْعسر یسرا} "کی وضاحت میں حضرت عمر فاروق کا اثر بیان کیا کہ "لن یغلب عسر یسرین"

8۔ عربی اشعار کا استعمال:

مصنفؒ نے آیات متشابہات کی توجیہ میں عربی اشعار کو بھی بطور استشہاد کے پیش کیا ہے مثلا قَوْله تَعَالَى {إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَة الْقدر} {وَمَا أَدْرَاك مَا لَيْلَة الْقدر} ثمَّ قَالَ {لَيْلَة الْقدر} ان آیات کی توجیہ میں مصنفؒ نے شعر بیان کیا: لَا أرى الْمَوْت یسْبق الْمَوْت حَتَّى ... نغص الْمَوْت ذَا الْغنى والفقیرا

3۔ ملاک التاویل القاطع بزوی الالحاد والتعطیل، للغرناطی، المتوفی 708ھ

حالات مصنفؒ:

آپ کا نام احمد بن ابرہیم بن زبیر الثقفی الغرناطی ہے۔آپ کا لقب ابو جعفر ہے آپ کی پیدائش اندلس میں ۶۲۷ھ یا ۶۲۸ھ کو ہوئی،آپ بلند پایہ مفسر، محدث اور مؤرخ ہیں آپ کا خاندان دنیاوی اعتبار سے خوشحال تھا،آپ کے اساتذہ میں سے مشہور ابو عبدللہ محمد بن عیسیٰ الرعینی (۶۵۲ھ) ضیاء الدین احمد بن محمد القرطبیؒ (۶۶۰ھ) عبد العظیم بن عبد اللہ البلوی (۶۶۶ھ) اور ابو العلی حسین بن عبد العزیز بن ابی الاحوص (۶۹۹ھ) وغیرہ حضرات ہیں،آپ کے مشہور تلامذہ محمد بن ابراہیم بن علی بن باق (۶۵۲ھ) احمد بن حسن بن الزیات الکلاعی (۷۲۸ھ) سلمون بن علی الکنانی (۷۶۸ھ) زیادہ مشہور ہیں،[28]

آپؒ کی اہم تصانیف میں صلۃ الصلۃ، (بعض حضرات نے اس کا نام تاریخ علمائے اندلس بیان کیا ہے)، البرہان فی ترتیب سور القرآن، الاعلام بمن ختم بہ القطر الاندلسی فی الاعلام، معجم اسماء شیوخہ وتراجمھم، تعلیقۃ علی کتاب سیبویہ شامل ہیں۔ آپؒ غرناطہ میں ۸۱ سال کی عظیم زندگی گزارنے کے بعد سن ۷۰۸ھ میں فوت ہوئے۔[29]

کتاب کی خصوصیات اور اسلوب:

1۔ مصنفؒ نے تقریباً ۲۷۷ آیات متشابہات کو بیان کیا ہے۔

2۔ مصنفؒ نے مختلف قرات کو بھی بیان کیا ہے۔ مثلا مصنفؒ فرماتے ہیں "الخامس: قوله تعالى في البقرة: "يغفر لكم خطاياكم " وفي الأعراف في قراءة الجماعه غير أبي عمرو وابن عامر: خطيئاتكم " [30]

3۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب سورۃ الفاتحہ سے شروع کی ہے اور یہ کہا ہے کہ علامہ خطیب اسکافیؒ نے سورۃ الفاتحہ اور سورۃ البقرۃ کی پہلی چھ آیات متشابہات سے بحث نہیں کی اور غرناطیؒ نے ان جیسی آیات کو خطیبؒ کی مغفلات سے تعبیر کیا ہے اور لفظ "غ" سے ظاہر کیا ہے۔ مصنفؒ فرماتے ہیں:

"سورة ام القرآن ،غ-وهي بجملتها من مغفلات صاحب كتاب الدرة، وكذا ما بعد الى الآية السادسة من سورة البقرة"[31]

4۔ مصنفؒ نے بھی سوال جواب کا طریقہ اپنایا ہے لیکن مصنفؒ نے ایک انوکھی ترتیب اختیار کی ہے کہ جو جو سوالات پیدا ہوتے ہیں پہلے انہیں بیان کیا ہے اور پھر ان سوالوں کے ترتیب سے جوابات پیش کیے ہیں بسا اوقات ایک ہی مقام پر مصنف نے پانچ سوالات ایک ساتھ بیان کیے ہیں اور پھر ان کے جوابات ترتیب سے پیش کیے ہیں۔ مثلاً سورۃ البقرۃ کی آیت ۲۳ "وإن كنتم في ريب مما أنزلنا على عبدنا فاتوا بسورة من مثله" کی توجیہ بیان کرتے ہوئے مصنفؒ نے پہلے چار سوالات پیش کیے ہیں اور پھر ان کے جوابات دیے ہیں۔[32]

5۔ مصنفؒ نے آیات کی صرفی و نحوی تشریح بھی پیش کی ہے اور اس مقصد کے لیے مختلف آئمہ صرف و لغت کے اقوال بھی بیان کیے ہیں۔ مثلا فرماتے ہیں: "الأول ورد أمرهما بالأكل في البقرة بواؤ النسق المقتضية عدم الترتيب ما لم يفهم من غيرها، وفي الأعراف؛ بالفاء المقتضية الترتيب والتعقيب والأمر واحد والقصة واحدة"[33]

6۔ مصنفؒ نے استشہاد کے طور پر آیات ،احادیث آثار اور عربی اشعار کو بھی بیان کیا ہے احادیث و آثار کی با قاعدہ سند بھی بیان کی ہے۔ حدیث و اثر کی مثال "للسائل أن يسأل عن الفرق الموجب لقوله في الأولى: "فلا تقربوها " وفي الثانية: "فلا تعتدوها" کی وضاحت میں مصنف نے حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا کا قول بیان کیا ہے "وأيكم يملك أربه.."[34]

7۔ آیات متشابہات کی توجیہ میں مصنفؒ نے مختلف تفاسیر مثلا قرطبیؒ، رازی ،زمخشری اور اس جیسی دوسری تفاسیر سے بھی اقوال نقل کیے ہیں۔ مثلا "وأما الثانية، فهي في المتخلفين عن غزوة تبوك، قال الطبري: في من تاب منهم كما تقدم"[35]

8۔ مصنفؒ نے اپنی کتاب کے مقدمہ میں اس بات کی صراحت کی ہے کہ میری یہ کتاب در حقیقت علامہ خطیب اسکافیؒ

کی تصنیف "درة التنزيل وغرة التاويل" پر استدراک ہے یعنی جو باتیں اسکافیؒ سے بیان کرنی رہ گئی تھی وہ بیان کی گئی ہیں یہی وجہ ہے کہ مصنفؒ کی کتاب اور خطیب اسکافیؒ کی کتاب میں آیات متشابہات کی تعداد تقریباً برابر ہے۔

9۔ علم کلام اور علم بلاغت سے متعلق مباحث کا بھی ایک بڑا ذخیرہ اس کتاب میں موجود ہے۔ مثلاً اجمال وایجاز کے متعلق فرماتے ہیں "ان هذه السورة مبنية على الإجمال والايجاز فيما تضمنته من قصص الرسل وغير ذلك ولم يقصد فيها بسط قصة كما ورد فى غيرها مما بنى على الاستيفاء وكلا المرتكبين مقصود معتمد عند العرب"[36]

4۔ کشف المعانی فی المتشابہ من المثانی، لابن جماعۃ، المتوفی 733ھ

حالات مصنف:

آپ کا نام محمد بن ابراہیم بن سعد اللہ ابن جماعۃ ہے، آپ کی کنیت بدر الدین ابن جماعۃ ہے، آپ کا لقب قاضی القضاۃ اور شیخ الاسلام ہے۔ آپؒ ۶۳۹ھ کو حماۃ میں پیدا ہوئے آپ کے والد بھی اسی علاقے میں پیدا ہوئے آپ کا تعلق عربی قبیلہ کنانہ سے ہے، جو کے اونچے نسب کے ساتھ ساتھ علم وفضل میں بھی معروف ومشہور تھا۔

آپ نے علوم وفنون میں مہارت حاصل کی اور پھر دمشق کے جامعہ قمریہ میں تدریس شروع کی۔ ۶۲۸ھ میں آپ کو دمشق کا قاضی بنایا گیا اور ۶۹۰ھ میں پورے مصر کے قاضی بھی رہے۔ ۶۹۳ھ میں آپ کو ملک شام کا قاضی بنایا گیا اور اسی عرصہ میں آپ نے باقاعدہ خطابت بھی شروع کی۔

آپ نے اس وقت کے تمام بڑے بڑے مدارس میں تدریس کی خدمات بھی سرانجام دیں جو اس بات کی دلیل ہے کے آپ کے تلامذہ کی بھی ایک بڑی تعداد ہو گی ان میں زیادہ مشہور یہ ہیں، الامام المحدث علی بن نور الدین الہاشمی (۷۲۵ھ)، امام شمس الدین محمد بن حیدرۃ (۷۴۱ھ)، امام شمس الدین، ابو عبداللہ، محمد بن عثمان الذہبی (۷۴۸ھ)[37]

آپؒ کی تصانیف:

آپؒ کی ساری زندگی جہاں قاضی کے طور پر گزری اور تدریس میں صرف ہوئی وہیں آپ نے بہت ساری کتابیں بھی تصنیف کی جو کے فقہ، حدیث، اصول حدیث، تاریخ اور تفسیر سے متعلق ہیں جن کی تعداد تقریباً پچاس تک ہے، ان میں سے چند کتابیں یہ ہیں: "انس المذاکرۃ فیما یستحسن فی المذاکرۃ، التبیان فی مبہمات القرآن، تجنید الاجناد وجہات الجہاد، تراجم البخاری، حجۃ السلوک فی مہاداۃ الملوک"[38]

کشف المعانی کا منہج اور خصوصیات:

کشف المعانی میں علامہ ابن جماعۃؒ نے جو طریقہ کار اپنایا ہے اس کی وضاحت حسب ذیل ہے۔

1۔ یہ کتاب بھی سوال وجواب کی شکل میں ہے مصنفؒ پہلے آیات متشابہات کے بارے سوال کرتے ہیں اور پھر جواب پیش کرتے ہیں اور مصنفؒ "المسألۃ" کہہ کر سوال کرتے ہیں، مثلاً "مسألة: قوله تعالى: (هُدًى لِلْمُتَّقِينَ- الآية؟ وفى لقمان: هُدًى وَرَحْمَةً لِلْمُحْسِنِينَ؟ .

جوابہ: چونکہ سورۃ البقرۃ کی اس آیت میں ایمان کی تفصیل بیان کی گئی تھی اس لیے ایمان کے مناسب "متقین" کو بیان کیا جب کہ سورۃ لقمان میں "رحمۃ" کے مناسب "محسنین" کو بیان کیا۔[39]

2۔ مصنفؒ نے قرآن کریم کی تمام سورتوں میں موجود متشابہات لفظیہ کو بیان کیا ہے سوائے چند سورتوں کے، مصنفؒ نے کل متشابہات کی تعداد ۴۸۰ بیان کی ہے۔

3۔ مصنفؒ نے اس کتاب میں قرآن کریم سے متعلق مختلف باریک معانی کو بھی مد نظر رکھا ہے مثلا، مصنفؒ سورۃ الفاتحہ کے شروع ہی میں یہ سوال اٹھایا کہ جب بسم اللہ سے مقصود اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کرنا تھا تو لفظ با اور لفظ اللہ کے مابین لفظ اسم کیوں لایا؟

جواب میں مصنفؒ نے فرمایا کہ ایسا کرنے سے مقصود اللہ تعالیٰ کی ذات کی عظمت و رفعت کو مد نظر رکھنا تھا اسی لئے لفظ اسم کو درمیان میں لایا، جیسا کہ "سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْأَعْلَى" اور "و تبارك اسم ربك" میں ہے۔

4۔ قاضی ابن جماعۃؒ نے آیات متشابہات کی توجیہ میں دلیل کے طور پر آیات، آحادیث اور عربی اشعار کو بھی بیان کیا ہے۔

5۔ امام ابن جماعۃؒ نے آیات متشابہات کی توجیہ نہایت ہی عام فہم انداز میں پیش کی ہے جس سے قاری باآسانی مطمئن ہو جاتا ہے۔ مثلا سورۃ المائدۃ کی آیت ۳۸ ہے "السارق والسارقة فاقطعوا" اور سورۃ النور کی آیت ۲ ہے "الزانية والزاني فاجلدوهما" پہلی آیت میں مرد کو مقدم کرنے جب کہ دوسری آیت میں عورت کو مقدم کرنے کی توجیہ یہ بیان کی کہ مرد چوری کرنے اور ڈاکہ ڈالنے میں عورتوں کی نسبت زیادہ بہادری کا مظاہرہ کرتے ہیں اس لیے سرقہ میں مرد کو مقدم کیا اور زنا کے باب میں عورت کو مقدم اس لیے کیا کہ عورت کی شہوت اور زیب وزینت اور مرد کو اپنے آپ پر قدرت دینا عورت کی طرف سے ہو سکتا ہے اس لیے یہ فرق ملحوظ رکھا۔[40]

6۔ مصنفؒ نے مختلف قصص قرآنی میں جو الفاظ کی کمی زیادتی ہے اس کو بھی بہت ہی بہتر طریقے سے پیش کیا ہے اسی طرح انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات میں جہاں الفاظ زیادہ یا کم ہیں ان کی بھی وضاحت کی ہے۔ مثلا حضرت آدم علیہ السلام کا واقعہ یا اسی طرح اور انبیاء کرام کے واقعات جیسے موسیٰ علیہ السلام، نوح علیہ السلام اور ہود اور صالح علیہ السلام اور ان کی قوموں کے واقعات قرآن کریم کے بہت سارے مقامات پر کہیں الفاظ کی زیادتی اور کہیں کمی کے ساتھ آئے ہیں اس کی کیا وجہ ہے؟ مصنفؒ نے اس کا جواب یہ دیا کہ قصص قرآنیہ سے مقصود معانی اور نصیحتیں ہیں جو کہ ہر صورت میں حاصل ہو رہی ہیں لہٰذا یہ کہنا کہ اس میں کمی یا زیادتی ہے درست نہیں اور نہ ہی الفاظ کا فرق ان پر اثر انداز ہو سکتا ہے مثلاً آدم علیہ السلام کے واقعہ میں "أبى أن يكون من الساجدين" اور "لم يكن من الساجدين" میں کوئی فرق نہیں کیونکہ دونوں ایک ہی معنی پر دلالت کرتے ہیں اور اسی طرح "ما لك أن لا تسجد" اور "ما منعك أن تسجد" میں بھی کوئی فرق نہیں کیونکہ پہلی آیت میں لفظ "لا" زائد صلہ ہے۔ دوسرے قصص قرآنی کو بھی اسی جواب پر قیاس کیا جا سکتا ہے۔

7۔ مصنفؒ نے آیات متشابہات کی توجیہ میں تاریخی روایات کو بھی بہت اہمیت دی ہے۔ مثلا فرعون کے غرق کا واقعہ جو

سورۃ الشعراء میں ہے " فاخرجناهم من جنات وعيون، وزروع ومقام كريم، كذلك وأورثناها بني اسرائیل" جبکہ سورۃ الدخان میں ہے "كَمْ تَرَكُوا مِنْ جَنَّاتٍ وَعُيُونٍ (25) وَكنوز وَمَقَامٍ كَرِيمٍ (26) وَنَعْمَةٍ كَانُوا فِيهَا فَاكِهِينَ (27) كَذَلِكَ وَأَوْرَثْنَاهَا قَوْمًا آخَرِينَ(28) ان دونوں آیت میں یہ فرق خطاب میں خوبصورتی پیدا کرنے کے لئے اپنایا گیا ہے"کنوزا" کا لفظ جو پہلی آیت میں ہے وہ دوسری آیت کے الفاظ سے زیادہ بلیغ ہے کیونکہ یہ لفظ زیادہ دلالت کرتا ہے جو چیزیں فرعون کی ضائع ہوئیں تو دوسری آیت میں تفصیل بیان کی اور ہر چیز کو الگ الگ طور پر بیان کیا جو کہ اس کے مناسب تھا جب کہ پہلی آیت میں ایک ہی لفظ تمام معانی پر دلالت کر رہا ہے۔ سورۃ الشعراء میں "بنی اسرائیل" کہا جب کے سورۃ الدخان میں "قوما آخرین" کہا اس کی وجہ یہ ہے کہ جب فرعون اور اس کی قوم غرق ہو گئی تو اس کے بعد بنی اسرائیل مصر کی طرف چلے گئے جیسا کہ اکثر مفسرین کی رائے ہے حالانکہ غرق فرعون کے بعد بنی اسرائیل کافی عرصہ تک وادی التیہ میں سرگرداں پھرتے رہے اور موسیٰ و ھارون علیہما السلام کی وفات کے بعد جا کر وہ بیت المقدس اور شام کی طرف گئے۔ لہٰذا أورثناها کی ضمیر کا مرجع ذکر کی گئی نعمتیں ہیں جو انہیں ملک شام میں دی گئی۔

8۔ مصنفؒ نے وہ باتیں بھی بیان کی ہیں جو دوسرے مفسرین سے رہ گئی تھیں۔ مثلا "بسم الله الرحمن الرحيم" کی تفسیر میں مصنف نے جو وضاحت کی ہے دوسرے مفسرین نے وہ بات بیان نہیں کی "الرحمن الرحیم" دوایسے اسم ہیں جن کا ایک ہی معنی ہے تو کسی ایک لفظ کا ذکر کافی تھا تو مصنفؒ نے اس کی وجہ یہ بیان کی کہ "الرحمن" فعلان کے وزن پر مبالغہ کا صیغہ ہے جو کہ کثرت، بڑائی اور کسی چیز کے مکمل بھرے ہونے کو بتاتا ہے لیکن اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ وہ دوام پر بھی دلالت کرے، بخلاف "الرحیم "کے جو کے فعیل کے وزن پر ہے اس میں کثرت، تعظیم کے ساتھ ساتھ دوام بھی پایا جاتا ہے اس لحاظ سے دونوں اسموں میں یہ فرق موجود ہے۔ یہ بات دوسرے مفسرین نے بیان نہیں کی۔

9۔ مصنفؒ نے آیات متشابہات کی توجیہ میں مختلف آئمہ کے اقوال بھی بیان کیے ہیں۔ اور ان کے جوابات کو مختصر انداز میں ان کے نام کی تصریح کے بغیر بیان کیا ہے، مثلا سورۃ العنکبوت کی آیت ۶۲ ہے "يبسط الرزق لمن يشاء ويقدر له" جوابہ سے مصنفؒ فرماتے ہیں کہ رزق کے بارے میں تین قول ہیں۔

1۔ اللہ تعالیٰ کسی کا رزق کبھی تو کشادہ اور کبھی تنگ کر دیتے ہیں جو کہ سورۃ العنکبوت کی اس آیت سے معلوم ہوتا ہے۔

2۔ اللہ تعالیٰ کسی قوم کا رزق مطلّقا کشادہ کر دیتے ہیں اور کسی قوم کا رزق مطلّقا تنگ کر دیتے ہیں جو کہ سورۃ القصص کی آیت 82 "اللَّهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَيَقْدِرُ" سے معلوم ہوتا ہے۔

3۔ رزق کی تنگی اور فراوانی بغیر تعیین کے ہوتی ہے اور اس صورت میں بندوں کا ذکر بھی نہیں ہوتا۔

سورت العنکبوت میں پہلی صورت کو خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلی آیت ۶۱ "وكاين من دآبة لا تحمل رزقها، الله يرزقها وإياكم" ہے پھر ان کی حالت کو رزق کی تنگی اور خوشحالی کے اعتبار سے تفصیل سے بیان کیا۔ سورۃ

القصص کی آیت کو دوسری صورت کے ساتھ خاص کرنے کی وجہ یہ ہے کہ اس سے پہلے قارون کا قصہ بیان کیا اس لیے کے ایسے لوگوں پر رزق کی فراوانی کا ہونا اللہ کی مشیت سے ہے اس میں ان لوگوں کی اپنا کوئی کمال نہیں، اور جن لوگوں پر رزق کی تنگی ہے وہ بھی اللہ ہی کی مشیت خاصہ ہے جیسے کے انبیاء علیہم السلام پر رزق کی تنگی ہونا۔ اور جو باقی آیات رزق سے متعلق ہیں وہ مطلق ہیں وہاں کسی قسم کی تعیین نہیں جیساکے بعض حیوانات اور انسانوں کے رزق کا معاملہ ہے۔

نتائج البحث:

اس علم کے بہت سارے نتائج ہیں جن میں سے چند ایک حسب ذیل ہیں۔

1۔ یہ علم قرآن کے معجز اور من جانب اللہ ہونے کی واضح دلیل ہے کیونکہ ایک ہی واقعہ ایک مقام پر ایک ترتیب سے اور دوسرے مقام پر دوسری ترتیب سے تھوڑے سے فرق مثلا تقدیم وتاخیر یا تعریف وتنکیر یا ذکر وحذف کے ساتھ لانا وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن کریم کے یہ اسالیب صرف اسی کتاب کا خاصہ ہو سکتے ہیں، ان اسالیب میں الفاظ کا انتخاب، تراکیب اور انداز تکلم اللہ ہی کی طرف سے ہیں جس کا مقابلہ کرنا انسانی طاقت کا بس نہیں۔

2۔ اس علم کے ذریعے ان ملحدین اور مرتابین کی بھی تردید ہوتی ہے جو قرآن کریم میں تکرار، تشابہ، مماثلت وغیرہ کے زائد اور بے فائدہ ہونے کے اعتراضات کرتے ہیں۔

3۔ یہ علم حفاظ کرام کے لئے قرآن کریم کو حفظ کرنے میں بہت معاون ہے، اس علم کے زریعے وہ بغیر التباس اور اشتباہ کے قرآن کریم کو باآسانی یاد کرلیں گے۔

4۔ یہ علم ایک مسلمان کے دل کو اللہ تعالیٰ کی عظمت اور قدرت باہرہ پر ایمان سے بھر دیتا ہے جب وہ متشابہ آیات کے بہترین اسلوب، حکمت اور فوائد پر مطلع ہوتا ہے۔

سفارشات:

- اس تمام تفصیلات سے اس بات کا بخوبی اندازہ ہوتا ہے کہ ان کتب پر اردو زبان میں کام کیا جائے اور متشابہ لفظی آیات کو اس انداز میں پیش کیا جائے جس سے نہ صرف حفاظ قرآن کو سہولت اور آسانی ہو بلکہ قرآن کریم میں تکرار ثابت کرنے والوں کی آراء کی تردید بھی ہو جائے۔
- یہ علم قرآن فہمی میں بہت معاون ومددگار ہو سکتا ہے لہٰذا اس علم کی طرف خصوصی توجہ کرنے کی ضرورت ہے۔
- اس علم سے متعلق تمام کتب پر تحقیقی کام کی ضرورت ہے۔ جن کا باہم تقابل اور اسلوب بیان کیا جائے۔

This work is licensed under a Creative Commons Attribution 4.0 International License.

حوالہ جات (References)

[1] الجوہری، اسماعیل بن حماد، الصحاح، دار العلم للملایین لبنان، طبع اول، ۱۹۵۶ء، ۶: ۲۲۳۶

Al Jawharī, Ismā'īl bin Ḥammād, *Al Ṣiḥāḥ*, (Lebanon: Dār al 'Ilm lil Malāyīn, 1st Edition, 1956), 6: 2236

[2] احمد بن فارس، مقاییس اللغۃ، اتحاد الکتاب العرب، ۲۰۰۲ء، ۳: ۳۴۳

Aḥmad bin Fāris, *Maqāyīs al Lughah*, (Ittiḥād al Kitāb al ʻArab, 2002), 3: 343

[3] الزمخشری، محمود بن عمر، اساس البلاغۃ، تحقیق: محمود محمد شاکر، مطبعۃ المدنی، قاہرہ، ۱۹۹۱، ص: ۳۲۰

Al Zamakhsharī, Mehmūd bin ʻUmar, *Asās al Balāghah*, (Cairo: Maṭbaʻah al Madanī, 1991), p: 320

[4] الافریقی ابن منظور محمد بن مکرم، لسان العرب، نشر ادب الحوزۃ، ایران، ۱۴۰۵ھ، ص: ۵۰۳، ۵۰۴

Ibn Manẓuwr, Muḥammad bin Mukarram, *Lisān al ʻArab*, (Iran: Nashr Adab al Ḥ awzah, 1405), p: 503, 504. Retrieved from www.yasoob.com

[5] سورۃ البقرۃ، ۲۵

Sūrah al Baqarah, 25

[6] الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، دار احیاء الکتب العربیۃ، طبع اول، ۱۹۵۷، ۲: ۶۹

Al Zarkashī, *Al Burhān fī ʻUlūm al Qurʼān*, (Beirut: Dār Iḥyāʼ al Kutub al ʻArabiyyah, 1st Edition, 1957), 2: 69

[7] سورۃ البقرۃ، ۵۸

Sūrah al Baqarah, 58

[8] سورۃ الاعراف، ۱۶۱

Sūrah al Aʼrāf, 161

[9] ابن منادی، متشابہ القرآن، دار لکتب المصریہ، طبع سوم، ص: ۱۶۱

Ibn Munādī, *Mutashābeh al Qurʼān*, (Dār al Kutub al Miṣriyyah, 3rd Edition), p: 161

[10] ایضاً

Ibid.

[11] سورۃ ہود، ۱

Sūrah Hūd, 1

[12] ابن الجوزی، فنون الافنان فی علوم القرآن، دار البشائر، بیروت، طبع اول، ۱۹۸۷ء، ص: ۹۵

Ibn al Jawzī, *Funūn al Afnān fī ʻUlūm al Qurʼān*, (Beirut: Dār al Bashāʼir, 1987), p: 95

[13] ابن الندیم، الفہرست، المصدر: موقع شبکۃ مشکاۃ الاسلامیۃ، ص: ۵۵

Ibn al Nad ī m, Al Fehrist, p: 55. Retrieved from http://www.almeshkat.net

[14] الزرکشی، البرہان فی علوم القرآن، ۱: ۱۱۲

Al Zarkashī, *Al Burhān fī ʻUlūm al Qurʼān*, 1: 112

[15] یاقوت حموی، معجم الادباء، ۶: ۲۵۴۹

Yāqūt al Ḥamavī, *Muʼjam al Udabāʼ*, 6: 2549. Retrieved from www.alwarraq.com

[16] حاجی خلیفہ کشف الظنون، ص: ۱۵۵۵

Ḥājī Khalīfah, *Kashf al Ẓunūn*, p: 1555. Retrieved from www.almeshkat.net

[17] مصطفی آیدن، محقق درۃ التنزیل وغرۃ التاویل، معہد البحوث العلمیۃ، مکہ مکرمی، طبع اول، ۲۰۰۱، ص: ۱۵، ۱۳۷

Muṣṭafa Āyadn, *Muḥaqqaq Durrah al Tanzīl wa Ghurrah al Taʼwīl*, (Makka: Maʼhad al Buḥuth al ʻIlmiyyah, 1st Edition, 2001), p: 15, 137

[18] سیبویہ، عمرو بن عثمان، الکتاب، مکتبۃ الخانجی، قاہرہ، طبع دوم، ۱۹۸۸ء، ۱: ۲۷۷

Sībwayh, ʻAmar bin Usmān, *Al Kitāb*, (Cairo: Maktabah al Khānjī, 3rd Edition, 1988), 1:

277

[19] الجوہری، الصحاح، ۶: ۲۴۳۸

Al Jawharī, Ismā'īl bin Ḥammād, *Al Ṣiḥāḥ*, 6: 2438

[20] الجزری، محمد بن محمد، غایۃ النہایۃ فی طبقات القراء، مکتبۃ ابن تیمیۃ، ۱۳۵۱ھ، ۲: ۲۹۱

Al Jazarī, Muḥammad bin Muḥammad, *Ghāyah al Nihāyah fī Ṭabaqāt al Qurā'*, (Maktabah Ibn Taymiyyah, 1351), 2: 291

[21] السیوطی، جلال الدین، بغیۃ الوعاۃ فی طبقات اللغویین والنحاۃ، ۲: ۲۷۷ http://www.almeshkat.net

Al Sayūṭī, *Baghiyah al Wa'āt fī Ṭabaqāt al Lughawiyyīn*, 2: 277. Retrieved from www.almeshkat.net

[22] الکرمانی، تاج القراء حمزہ بن نصر، التوجیہ فی متشابہ القرآن، دار الاعتصام، قاہری، طبع دوم، ۱۳۹۶ھ، ص: ۱۱

Al Kirmānī, Ḥamzah bin Naṣr, *Al Tawjīh fī Mutashābeh al Qur'ān*, (Cairo: Dār al I'taṣām, 2nd Edition, 1396), p: 11

[23] ایضاً، ص: ۱۳

Ibid., p: 13

[24] آپ کا نام علی بن عیسی بن علی الرمانی ہے آپ کی وفات ۳۸۴ھ کی ہے۔ بغیۃ الوعاۃ، ۲: ۱۸۱۔

Al Sayūṭī, *Baghiyah al Wa'āt fī Ṭabaqāt al Lughawiyyīn*, 2: 181

[25] قاسم بن حبیب، آپ کا نام قاسم بن حبیب طبقہ رابعہ کے مشہور نحاۃ میں سے ہیں۔ الزبیدی، طبقات النحویین والغویین، ص: ۳۸۲

Al Zubaydī, *Ṭabaqāt al Naḥwiyyīn wal Lughawiyyīn*, p: 382

[26] الکرمانی، اسرار التکرار فی القرآن والتوجیہ فی متشابہ القرآن، ص: ۲۱

Al Kirmānī, *Al Tawjīh fī Mutashābeh al Qur'ān*, p: 21

[27] ایضاً، ص: ۲۶

Ibid., p: 26

[28] مسند احمد بن حنبل، ۴: ۶۸

Aḥmad, *Al Musnad*, 4: 68

[29] الذہبی محمد بن احمد، سیر اعلام النبلاء مؤسسۃ الرسالۃ، بیروت، طبع سوم، ۱۹۸۵ء، ۱: ۸۶

Al Dhab ī, Muḥammad bin Aḥmad, *Siyar A'lām al Nubalā'*, (Beirut: Mo'assasah al Risālah, 3rd Edition, 1985), 1: 86

[30] العسقلانی، احمد بن حجر، الدرر الکامنۃ فی اعیان المائۃ الثامنۃ، مجلس دائرۃ المعارف العثمانیۃ، حیدر آباد، طبع دوم، ۱۹۷۲ء، ۱: ۸۴

Ibn Ḥajar al 'Asqalānī, *Al Durar al Kāminah fī A'yān al Mi'ah al Thāminah*, (Hyderabad: Majlis Dā'irah al Ma'ārif al Usmāniyyah, 2nd Edition, 1972), 1: 84

[31] الغرناطی، احمد بن ابراہیم، ملاک التاویل القاطع، دار الکتب العلمیۃ، بیروت، ص: ۳۶

Al Gharnāṭī, Aḥmad bin Ibrāhīm, *Malāk al Ta'wīl al Qāti'*, (Beirut: Dār al Kutub al 'Ilmiyyah), p: 36

[32] الغرناطی، احمد بن ابراہیم، ملاک التاویل، ص: ۱۱

Ibid., p: 11

[33] ایضاً، ص: ۲۶

Ibid., p: 26

[34] ایضاً، ص: ۲۸

Ibid., p: 28

[35] ایضاً، ص: ۶۲

Ibid., p: 62

[36] سورۃ البراۃ، ۳۴

Sūrah al Barā'ah, 34

[37] الغرناطی، احمد بن ابراہیم، ملاک التاویل، ص: ۳۶

Ibid., p: 36

[38] ابن کثیر، البدایۃ والنہایہ، داراحیاء التراث العربی، طبع اول، ۱۹۸۸ء، ۱۳: ۲۷۳

Ibn Kathīr, *Al Bidāyah wal Nihāyah*, (Beirut: Dār Iḥyā' al Turath al 'Arabī, 1st Edition, 1988), 13: 273

[39] حاجی خلیفہ، کشف الظنون فی اسامی الفنون، ۱: ۲۰۰،۳۵۶

Ḥājī Khalīfah, *Kash al Ẓunūn fī Asāmī al Funūn*, 1: 356, 200

[40] ابن جماعۃ القاضی، جامع کشف المعانی فی تشابہ الثانی، دارالوفاء، منصورۃ، طبع اول، ۱۹۹۰ء، ص: ۸۸

Ibn Jamā'ah, Jāmī' *Kashf al Ma'ānī fī Mutashābeh al Mathānī*, (Manṣūrah: Dār al Waf ā', 1990), p: 88

[41] ایضاً، ص: ۱۴۹

Ibid., p: 149